

ایمان اور محبت

— عبد الحمید صدیقی —

محبت، رضا سے معنًا خاص تر اور اثرات کے اعتبار سے عمیق تر ہے۔ آدمی بسا اوقات کسی چیز یا شخص سے راضی ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ گہرا قلبی تعلق نہیں رکھتا۔ یہی قلبی تعلق رضا اور محبت کے فرق کو واضح کرنے والی چیز ہے۔ محبت روح موجودات، اکسیر قلوب اور جان امن و سلامتی ہے جس طرح قانون کشش کے تحت یہ کرہ خاک دیگر سیارے اور افلاک اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں اسی طرح جذبہ محبت تعلقات انسانی کو خراب ہونے یا تصادم کی صورت اختیار کرنے سے بچاتا ہے۔ محبت کی قدر و قیمت انسان ابھی طرح سمجھتا ہے اور وہ جو کسی نے کہا ہے کہ اگر محبت منصب سیادت پر فائز ہو جائے تو دنیا کو نہ عدل کی ضرورت رہے نہ قانون کی۔ اس سے محبت کی قدر و قیمت کا صحیح اظہار ہوتا ہے۔ مولانا رومیؒ نے محبت کے اثرات کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں ”محبت تلخ کو شیریں، ہٹی کو سونا، کدورت کو صفا اور درد و الم کو شفا میں تبدیل کر دیتی ہے۔ محبت تکلیف کو نعمت، فہر کو رحمت اور زنداں کو جنت بنا دیتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو لوہے کو نرم کرتی ہے، پتھر کو گھٹلا دیتی ہے اور ترن مڑہ میں حیات تازہ بھونک دیتی ہے۔“ مشہور صحافی اور ادیب اسٹاذ محمد زکی عبدالقادر نے تشیل کے پیرائے میں لسانی رجحانات کا تذکرہ بدیں الفاظ کیا ہے۔ ”میں نے دور وسط بحر میں کچھ روشنیاں دکھیں جیسے درخشاں ستارے ہوں اور خوابش کی کہ مجھے بھی مستقبل میں ایسا ہی چراغ ہدایت بتیسر ہو اور ہم میں سے کون ہے جو اپنے مستقبل کو تاناک ستار کی چمک سے محروم دیکھنا پاتا ہے۔ تاناک ستارہ آنے والے دور میں رہنمائی کے لیے۔ بھلا وہ کیا ہو سکتا ہے؟ کیا حکمت و فلسفہ؟ مگر وہ کلام خشک کے علاوہ ہمیں کیا دے سکتا ہے؟ کیا حذر و احتیاط؟ مگر اس کے پاس ایک خوفِ مسلسل کے سوا اور ہے کیا؟ کیا عمل؟ مگر وہ تو اپنے دامن میں تعب اور مشقت ہی رکھتا ہے۔ یا پھر مال و دولت؟ نہیں وہ بھی نہیں وہ تو ان سب کا مجموعہ ہے۔ خوف، احتیاط، محنت، مصیبت۔ تو پھر مستقبل کا انجم تانیدہ کسے قرار دیں؟ کیا محبت؟ ہاں ہاں بلاشبہ یہی وہ منفرد جوہر ہے جو ہمیں امن و امان اور سلامتی و نجات

سے بہکنا کر سکتا ہے۔ محبت، ہر چیز سے محبت، ہر انسان سے محبت، ہر نعمت سے ہی نہیں ہر مصیبت سے بھی محبت۔ نعمت سے محبت جنگ و جدال کی گرمی کو کم کر دیتی ہے۔ اور مصیبت سے محبت اُس کا مقابلہ کرنے کی تاب و توانائی عطا کرتی ہے۔ کیا جملہ موجودات سے اس نوعیت کی محبت کوئی کر سکتا ہے؟ کوئی نہیں۔ سوائے اُس شخص کے جس کے دل میں بشارتِ ایمان گھر کر چکی ہو۔ (ایمان ہی مصفا اور دامِ محبت کا خزانہ ہے۔ اور صرف مومن ہی خدا کی پیدا کردہ ہر چیز سے محبت کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ زندگی اور موت سے بھی۔

اللہ تعالیٰ کی محبت: ایمان سب سے پہلے انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرتا ہے۔ وہ اللہ جو خلق و امر کا قطعہ آغاز اور ایجاد و امداد کا مصدر ہے۔ جو خود جمیل ہے اور جس کی پیدا کردہ ہر چیز حسن و جمال کی آئینہ دار ہے۔ جو خود کامل و مکمل ہے اور جس کے مظاہرِ کمال، ذراتِ خاک سے لیکر تیارِ کائنات تک ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور ہر نشہ کمال اُسی کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہے۔ مومن اس لیے بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے کہ لطف و احسان کا سرچشمہ اصلی وہی ہے۔ اور اپنے محسن سے محبت کرنا عینِ اقتضائے فطرت ہے۔ پھر سب سے بڑے محسن سے تو سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔

الْحَمْدُ تَرَوْنَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مِمَّا فِي السَّمَوَاتِ
وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً
وَبَاطِنَةً ۚ (نعمان: ۲۰)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمان کی ساری چیزیں
تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی ساری نعمتیں
تم پر تمام کر دی ہیں۔

صاحبِ ایمان پر اللہ تعالیٰ کے جو ان گنت احسانات ہیں ان کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات، اپنے اہل و عیال اپنے والدین اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اللہ کی کتاب سے محبت کرتا ہے۔ جو نوعِ انسانی کو تارِ یکبوت سے نکال کر روشنی میں لاتی ہے۔ اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے جو رحمتہ للعالمین ہیں۔ اور ہر اُس انسان سے محبت کرتا ہے جو صاحبِ خیر و صلاح ہے کہ ان سب سے محبت تقاضائے ایمان ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔

جملہ موجودات سے محبت: اس عالمِ مادی سے بھی مومن کا تعلق عداوت و نفرت کا نہیں بلکہ محبت کا تعلق ہے کیونکہ یہ عالم اُس کی نظر میں اللہ کی آیات کا ایک گنجینہ ہے۔ اُسے اس عالم کی کوئی چیز بھی عبث اور فضول نظر نہیں آتی۔ وہ ہر شے میں کمال درجے کی حکمت و دانائی، حیرت انگیز توازن و تناسب اور بے نظیر تقدیر و تقسیم کا اہتمام دیکھتا ہے۔ وہ کھلی آنکھوں سے جب اس عالمِ طبعی کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہتا کہ ایک طرف اگر

ہر چیز ذاتِ حق کی تسبیح و تحمید کر رہی ہے تو دوسری طرف خود انسان کے لیے مسخر ہو کر بزبانِ حال اسے خلافتِ ارضی کا اہل تسلیم کرتی ہے۔ ایسے عالم کو جس کا ذرہ ذرہ عظمتِ آدم کو خراجِ اطاعت پیش کر رہا ہے، مومن منظرِ حقارت کیوں دیکھے اور کیوں اس کی تباہی و بربادی کا خواہاں ہو۔

پھر یہ دنیا اختلافِ احوال اور تغیر و تنوع سے عبارت ہے۔ اس کے تنوع اور تغیر کو بعض لوگ پسند نہیں کرتے۔ اور رات اور دن کے اختلاف سے اللہ خبر کے ساتھ ساتھ ایک اللہ شر کے وجود کا یقین کر لیتے ہیں جبکہ مومن ظلمت و نور کے تسلسل کو اللہ کی ایک بڑی نعمت اور اس کی توحید کی ایک بہت بڑی نشانی قرار دیتا ہے۔

ثُمَّ لَآءِیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ النّٰوَءَ سَوَءًا
اِلٰی یَوْمِ الْفَیْقَمَةِ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِ اللّٰهِ یَا نَبِیُّکُمْ بَلِّیْلٌ
تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ طَافِلًا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَ مِّنْ رَّحْمَتِهِ
جَعَلَ لَّكُمْ اَلْبَیْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
والتقصص ۷۲، ۷۳

اے نبی! ان سے کہو، کبھی تم لوگوں نے نہ سمجھا کہ اگر اللہ
قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے دن طاری کر دے تو
اللہ کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہیں رات لا دے
ناکہ تم اس سے سکون حاصل کر سکو کیا تم کو سوچنا نہیں
یہ اُس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور
دن بندے تاکہ تم درات میں سکون حاصل کر سکو اور
دن کو اپنے رب کا فضل تلاش کرو تاکہ تم شکر گزار بنو۔

یوں اس عالم طبعی کے اختلافِ شب و روز کو ایک مومن جب اپنے لیے مفید اور سازگار پاتا ہے تو اسے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ آب و گل کے اس جہان سے محبت نہ کرے۔

افلاک کے مسفر شدہ سیارے اور زمین کے منفعت بخش خطے تو ایک طرف رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بعض اُن مقامات کو بھی اپنی محبت اور پسندیدگی کی سند عطا کی جہاں سے ظاہر ہیں لوگ شگون بد لے سکتے تھے! امام بخاری نے حضرت انس بن مالک، خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جب آپ خیر گئے تو میں بھی بغرضِ محبت آپ کے ساتھ تھا۔ وہاں آپ کو جبلِ احد نظر آیا تو آپ نے فرمایا: هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ يُحِبُّنَا ۖ یَرِیْهِ وَ یَهَارِبُ ۖ ہم سے محبت کرتا ہے اور اس سے ہم بھی محبت کرتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ اس پہاڑ کی وہ کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر اس سے محبت کا ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کے دامن میں لشکرِ اسلام کو شکست ہوئی تھی۔ رسول پاک خود زخمی ہو گئے تھے۔ اور شتر کے لگ بھگ صحابہ کرام شہید ہو گئے تھے۔ اس نہرِ محبت کے باوجود محبت کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ اسی خطہ زمین کے پہلو میں مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا تھا کہ خدا و رسول کی اطاعت کے بغیر دنیا و عقبیٰ میں کامیابی

محال ہے۔ نصرتِ الہی حاصل نہ ہو تو محض ساز و سامان اور افراد کی طاقت اہل حق کو سر بلند نہیں کر سکتی۔ پس مومن جب روئے زمین و اوجِ افلاک پر ہر جگہ خدا کی آیات موجود پاتا ہے تو کائنات کے گوشے گوشے سے محبت کر، یقینی ہو جاتا ہے۔

زندگی سے محبت | مومن زندگی سے بھی محبت کرتا ہے۔ وہ اسے گناہ سمجھتا ہے نہ جرم اور نہ دنیا میں آنے پر والدین کو کوستا ہے نہ خدا کو۔ وہ حیاتِ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی ایک امانت اور نعمت سمجھتا ہے جس کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ حدیثِ نبوی ہے خیر الناس من طال عمرہ و حسن عملہ "خیر و سعادت سے سب سے زیادہ بہرہ ور وہ شخص ہے جس نے لمبی عمر پائی اور جسے اچھے کام کرنے کی توفیق ملی" ایک اور حدیث میں ہے "تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے۔ اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے۔ کیونکہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کی مہلت عمل ختم ہو جاتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مومن کے لیے عمر رواں خیر میں اضافہ ہی کا سبب ہوتی ہے۔ ایک اور مقام پر عمومی طور پر فرمایا "تم میں سے کوئی موت کی خواہش نہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ نکو کار ہے تو ہو سکتا ہے اس کی نیکی میں اضافہ ہو جائے اور اگر وہ غلط کار ہے تو ممکن ہے آنے والے وقت میں اسے توبہ و امانت الی اللہ کی توفیق مل جائے۔" ان ارشاداتِ رسولؐ سے ثابت ہوتا ہے کہ زندگی کو بہر صورت خیر ہی پر محمول کرنا چاہیے اور ایک صاحبِ ایمان کے لیے توبہ فی الحقیقت سراپا خیر ہی ہے۔

موت سے محبت | مومن زندگی سے محبت اس لیے نہیں کرتا کہ دنیا کے ادنیٰ لذائذ و منافع سے وہ متمتع ہو رہا ہے۔ بلکہ اس لیے کرتا ہے کہ یہاں اسے حقوق اللہ ادا کرنے کا موقع ملتا ہے جس کے نتیجے میں موت کی سرحد پار کرتے ہی وہ اپنے رحیم و شفیع پروردگار سے ملاقات کی نعمت پاتا ہے۔ ایسی صورت میں بھلا وہ موت سے کیوں گھبرائے گا۔ وہ موت جس سے دیدارِ الہی نصیب ہو سکتا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جب ابنِ ملجم نے ہتک وار کیا تو آپ کی زبان فیضِ ترجمان سے یہ الفاظ نکلے "فَوْتُ بَرِّ الْكَعْبَةِ" ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ایسے مواقع پہ کوئی بات نباہتی نہیں جاسکتی۔ بلکہ بے اختیار اس حقیقت کا اظہار ہو جاتا ہے جو انسان کے دل و دماغ اور رگ و پے میں سرایت کر چکی ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وفات آیا تو ان کی اہلیہ محترمہ کی چچین نکل گئیں اور واکرہا واکرہا رہا سہ مصیبت کہنے لگیں۔ تینا بلال رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمانے لگے "واطرہا واطرہا رواہ واہ" کیوں نہیں کہتی۔ وفات کے فوراً بعد میں اپنے پیاروں سے ملاقات کرنے والا ہوں محمد رسول اللہؐ سے اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حضرت

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب ایران و روم کے سپہ سالاروں سے خط و کتابت کرتے تو انہیں لکھتے ”اسلام قبول کر لو۔ سلامتی پاؤ گے۔ بصورتِ دیگر میں تمہاری طرف ایک ایسی فوج روانہ کروں گا جو موت سے اتنی ہی محبت کرتی ہے جتنی محبت تم حیاتِ دنیا سے کرتے ہو۔“

آپائے نوع سے محبت | اہل ایمان تمام لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے بندے اور آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے میں سب یکساں ہیں۔ سب ایک دوسرے سے رحم و نسب کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ سب کا مقصد حیاتِ (خدا کی بندگی و عبادت) ایک ہے اور ایک ہی سب کا دشمن ہے یعنی شیطان۔ اس سبہ گیر اشتراک کا تقاضا ہے کہ عالمِ انسانیت سے تعلقاتِ محبت استوار کیے جائیں۔ ان تعلقاتِ محبت کو استوار کرنے کے لیے اسلام نے توحید، رسالت اور اخوتِ انسانیت کے عقاید دیئے ہیں امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت زید بن ارقم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللہم ربنا ورب کل شیء و ملک	”اے اللہ ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار اور بادشاہ
انا شہید انک الرب وحدک لا شریک لک	میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اکیلا ہی پروردگار ہے اور تیرا
اللہم ربنا ورب کل شیء انا شہید ان	کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ ہمارے اور ہر چیز کے
محمداً عبدک و رسولک : اللہم ربنا ورب	پروردگار میں گواہ ہوں کہ محمد تیرا بندہ اور رسول ہے
کل شیء انا شہید ان العباد کلہم اخوة -	اے اللہ ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار میں اس امر

کی شہادت دیتا ہوں کہ تمام بندے بھائی بھائی ہیں۔“
سرورِ کونین کے ان دعائیہ کلمات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ نوعِ انسان کی اخوت و محبت کوئی ضمنی حیثیت رکھنے والا مسئلہ نہیں بلکہ توحید و رسالت جیسے بنیادی عقائد کی طرح بڑی اہمیت کا حامل ہے۔
زنگ، نسل، زبان اور علاقائی بنیاد پر قائم ہونے والے تمام امتیازات بھی اسلام نے اسی لیے کالعدم قرار دیئے ہیں کہ ان کے موجود رہتے ہوئے نوعِ انسانی میں نفرت کے رجحانات تو پیدا ہو سکتے ہیں محبت کے جذبات نہیں۔ اسلام کا یہ نظریہ کہ کلکم من آدم و آدم من نواب تم میں سے ہر ایک کا باپ آدم ہے اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے، ایک طرف اگر اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ انسانوں میں اور پتھر اور پتھر کے تصورات منافی اسلام ہیں تو دوسری طرف محبتِ نوع کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔

خدا کی مخلوق ہونے کی حیثیت سے اپنے اپنائے نوع سے محبت، ایک مومن کی نظر میں کیسا کچھ مستم

اور مٹو کہ امر ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ اسلام میں من حیث اکل تمام انواع مخلوقات کا احترام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مفید اور ضروری قسم کے جانوروں سے ہی نہیں، وحش و طیور، حشرات الارض حتیٰ کہ نحس اور پلید جانوروں تک سے حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ کسی ذی روح کو فرسے لے لے کر اور ٹپا ٹپا کر مارنا جائز نہیں چاہے وہ کتنا ہی ہلکا اور ضرر رساں کیوں نہ ہو۔ کسی حلال جانور کو خدا کا نام لے کر بھی کند چھری سے ذبح کرنا ممنوع ہے۔ کسی چوپائے کو بھوکا پیاسا رکھنا جائز ہے۔ بلا ضرورت کسی درخت کی شاخ تک کاٹنا پسندیدہ نہیں، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کتے خدا کی تخلیق میں ایک نوع نہ ہوتے تو میں ان سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا۔" یہ ارشاد رسول اور جانوروں سے متعلق دیگر احکام اسلام ہمیں یہی سکھاتے ہیں کہ خدا کی تمام مخلوقات کے لیے ہمارے دل میں احترام، محبت اور رحم کے جذبات پیدا ہوں۔ اس کے بعد انسانوں سے محبت کرنا کتنا ضروری ہے کچھ زیادہ محتاج وضاحت نہیں رہتا۔

مومن کا سینہ حسد و بغض سے پاک ہوتا ہے | محبت کا سب سے پہلا اثر جو مومن کا دل قبول کرتا ہے وہ حسد و بغض سے بیزاری ہے۔ اس کے نور ایمان سے منور سینے میں بدی و بدخواہی کی تاریکی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہ بہر حال خیر کا طالب ہوتا ہے اپنے لیے بھی اور دوسرے تمام لوگوں کے لیے بھی۔ وہ جو خدا سے بھی راضی ہوتا ہے اور مخلوق سے بھی محبت کرتا ہے، اس کے عقیدہ رضا و محبت میں آخر حسد و بغض کس طرف سے داخل ہو سکتے ہیں۔ وہ کسی کو خوشحال و کامراں دیکھ کر حسد کرتے تو کس بنیاد پر؟ کیا خدا کی تقسیم رزق پر مقرض ہو؟ یا اس انسان کی تباہی و بربادی کا خواہاں؟ مگر یہ دونوں کام اس کے دین و ایمان سے مغایرت رکھتے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے: "اے ابن آدم تو اپنے بھائی سے حسد کیوں کرتا ہے۔ اللہ نے جو کچھ اسے دیا ہے اگر وہ اُس کا فضل و کرم ہے تو تو ایسے آدمی پر حسد کیوں کرتا ہے جس کی عزت و تکریم کا خود خدا متمنی ہے۔ اور اگر وہ خدا کا فضل و کرم نہیں کچھ اور ہے تو تجھے اُس کے دوزخ کی طرف جانے پر حسد کیوں ہے؟" ابن سیرینؒ نے فرمایا: "میں نے دنیا کے مال و متاع کو دیکھ کر کسی آدمی پر کبھی حسد نہیں کیا۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو اس کی دنیوی آسودگی سے حسد کرنا فضول ہے کہ جنت کے مقابلے میں دنیا کی حقیقت ہی کیا ہے۔ اور اگر وہ دوزخ کا ایندھن بننے والا ہے تو اس بد نصیب کے اس انجام کا خیال کر کے میں اُس کی دنیا پر کیسے حسد کر سکتا ہوں؟"

یہی حال بغض اور کینے کا ہے۔ وہ اہل ایمان جو معاف کرنے میں لذت محسوس کرے جو انتقام پتلا دے ہو اور بدلہ لینے کا حق رکھتا ہو مگر نہ لے۔ جس کی نظر میں بغض رکھنا اللہ کی رحمت سے دُور رہنا ہو۔ وہ کسی

بڑا کیوں چاہیے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر سو موار اور جمعرات کو انسانوں کے اعمال بارگاہ الہی میں پیش کیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسی دن ہر اُس شخص کی مغفرت فرما دیتے ہیں جو شُرک نہ کرنا ہو سوائے اُن دو حضرات کے جو باہم بغض میں مبتلا ہوں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے اعمال کا بار ان پر ہی رہنے دو تا آنکہ یہ دونوں آپس میں صلح کر لیں، آپ نے یہ بھی فرمایا: اُس وقت تک مومن کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی شے پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اور جب تک اپنے بھائی کے لیے اُس چیز کو ناگوار نہ سمجھنے لگے جسے وہ اپنے لیے ناگوار محسوس کرتا ہے۔ ان احادیث پاک میں جن محاسن کو سمجھا گیا ہے کیا جذبہ محبت کے بغیر عملی زندگی میں انہیں فروغ دیا جاسکتا ہے اور یہ جذبہ انسان کے دل میں ایمان کی بدولت ہی پرورش پاتا ہے۔

ایثار و قربانی، اہل ایمان کی خصوصیت ہے | محبت کا بلند ترین درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات پر اپنے بھائی کو ترجیح دے۔ اور اس کی ضرورت کو مقدم سمجھے۔ وہ خود مجھ کو پیاسا رہ لے لیکن اپنے بھائی کی شکم سیری کا اہتمام کرے۔ خود مشقت اٹھ لے مگر اپنے بھائی کے لیے راحت کا سامان ہی مہیا کرے۔

مگر محبت کا یہ بلند کردار اسی وقت سامنے آتا ہے جب اُس کے پیچھے ایمان کی طاقت موجود ہو۔ مکہ اور عرب کے دیگر مقامات سے خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہیں۔ سال و اسباب سے لڑے ہوئے نہیں بلکہ ٹپٹے پٹے یہ راجہ حق کے راہی جب مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو انصار انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اس وقت رسول پاک نے مہاجرین کی بھائی کا مسئلہ اس طرح حل کیا کہ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی قرار دے دیا۔ اس موافقت کے بعد انصار نے مہاجرین کو رہنے کے لیے اپنے مکانات دیتے، کام کاج کے لیے اپنے وسائل مہیا کیے۔ اپنی زمینوں اور اپنے اثاثوں کی پیش کش کی۔ اور ایک دل و یک جان ہو کر گند بھر کرنے لگے۔ غور فرمائیے اس ایثار و قربانی اور اخوت و محبت کی بنیاد کیا چیز تھی؟ کیا کوئی خون کا تعلق؟ نہیں۔ کیا رنگ، زبان اور علاقے کا اشتراک؟ نہیں۔ یہ عرب اور بیرون عرب سے تعلق رکھنے والے لوگ جن میں سیاہ فام بھی تھے سفید فام بھی تشریف لائے اور اوس و خوزج کے قبائل کے لوگ بھی۔ کوئی شمالی عرب کا باشندہ تھا تو کوئی جنوبی عرب کا۔ بعض یمنی اور حجازی تھے تو بعض رومی اور فارسی۔ بہت سے غریب تھے اور کئی ایک امیر۔ تاجر پیشہ بھی تھے کاشتکار بھی اور ایک بڑی تعداد اجرت پر کام کرنے والوں کی بھی تھی۔ ان میں قدر مشترک صرف ایک چیز تھی۔ ایمان۔ اور اسی کے نتیجے میں اخلاص و ایثار کا یہ بے نظیر مظاہرہ ہوا کہ رسول اللہ نے فرما دیا تم سب بھائی بھائی ہو اور وہ بھائی بھائی بن گئے، حقیقتاً بھائی۔ دنیا کے

بھائیوں سے زیادہ گہرے اور اثیار پریشہ بھائی۔ ہر ایک محبت کا پیکر اور اخوت کا مجسمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن زید خزرجی کے درمیان تعلق اخوت قائم کر دیا۔ سعد مجھے گھر لے گیا اور کہا۔ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ یہ لیجیے میرا نصف مال حاضر ہے اور دیکھیے میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جس کو پسند کرو۔ آپ کے لیے اس سے جدائی اختیار کر لیتا ہوں۔ حلال ہونے پر آپ اس سے نکاح کر لیں۔ اس مخلصانہ اثیار کا جواب حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں میں نے یہ دیا کہ اللہ آپ کے گھربار اور مال و دولت میں برکت دے یہ سب کچھ آپ اپنے ہی پاس رکھیں، مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیں تاکہ تجارت کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انصار کے بے پناہ اثیار کو سراہتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُودُقِهِمْ
حَاجَةً مِمَّا أَوْتَوْا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ
بِهِمْ خَصَاصَةٌ

(اور یہ اموال نے، اُن لوگوں کے لیے بھی ہے جو ہاجرین کی آمد سے پہلے ایمان لاکر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ اُن لوگوں سے محبت کرنے میں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اُس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر ذرا سزا کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔)

(الحشر: ۹)

محبت کے زیر اثر بغض و کراہت کا وجود اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر انسان میں جذبہ محبت کے علاوہ بغض کا بھی کچھ نہ کچھ عنصر ضرور موجود ہوتا ہے۔ اور وہ کسی نہ کسی صورت میں خروج کے راستے تلاش کرتا رہتا ہے۔ ایمان نے جذبہ محبت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ بغض و کراہت کے منفی جذبات کو بھی مثبت مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کیا ہے اور یوں منفی جذبات کے خروج کے لیے خود راستہ مہیا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا شَيْطَانُ تَبَارَكَ اسْمُهُ اسے دشمن ہی سمجھو۔ مزید فرمایا: وَالَّذِينَ كَفَرُوا ابْتِغَالُوا فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ۔ اور جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ ان شیطان کے ساتھیوں سے خوب جنگ اور قتال کرو (النساء: ۷۶)۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے خلاف بغض رکھنا ہے تو شیطان سے رکھو، اُس کے حواریوں سے رکھو اور ان سے جنگ بھی کرو لیکن کسی خدا کے پرستار اور صداقت کے علمبردار سے نہیں۔ یہاں یہ امر واضح رہے کہ شیطان یا اس کے کسی پیرو سے بھی بغض و عنیت ایک شخصیت کے جائز نہیں۔ نہ کسی عہدیت کے زیر اثر درسن ہے۔ بغض اس کی گمراہی و ضلالت سے ہو۔ اُس کے

